محمد عاقل اور **محمد کامل** دو بھائی حقیقی تھے **اکبری** کا بیاہ بڑے بھائی محمد عاقل سے ہوا تھا اور **اصغری** کی بات محمد کامل سے ٹھہر چکی تھی مگر بیاہ نہیں ہوا تھا اکبری کی بدمزاجی کے سبب قریب تھا کہ اصغری کی منگنی بھی چھوٹ جائے لیکن ان لڑکیوں کی خالہ جو محمد عاقل کے گھر کے پاس رہتی تھی ۔ ہمیشہ اصلاح کیا کرتی تھی اور اگرچہ اکبری لڑکر چلی گئی تھی لیکن خالہ نے بہت کچھ لعنت ملامت کی اور بہن بیٹی سمجھایا ۔ آخر کار کئی مہینے بعد رمضان کی تقریب سے بھانجی کو سسرال لوالائی ۔ چند روز تک محمد عاقل مزاج دار بہو سے ناخوش رہا ۔ آخر کو خلیا ساس نے میاں بی بی کا ملاپ کرا دیا لیکن جب مزاجوں میں ناموافقت ہوتی ہے تو ہر ایک بات میں بگاڑ کا سامان موجود ہوتا ہے ۔

محمد عاقل نے ایک دن اپنی ماں سے کہا کہ آج میں نے ایک دوست کی دعوت کی ہے ۔ افطاری اور کھانے کا زیادہ اہتمام ہونا چاہئے ۔ ماں نے جواب دیا ، خدا جانے کس مصیبت سے میں روٹی بھی پکا لیتی ہوں ۔ تین دن سے افطار کے وقت مجھ کو لرزہ چڑھتا ہے ۔ مجھ کو اپنی خبر تک نہیں رہتی خدا ہمسائی کا بھلا کرے کہ وہ اتنا بھی پکا دیتی ہے ۔ تم نے دعوت سے پہلے گھر میں پوچھ تو لیا ہوتا محمد عاقل نے تعجب کی راہ سے بی بی کی طرف اشارہ کرکے

کہا کہ یہ اتنے کام کی بھی نہیں ہیں ، بہو کو اتنا ضبط کہاں تھا کہ اتنی بات سُن کر چپ رہے سنتے ہی بولی " اسی بوڑھی اماں سے پوچھو کہ بیٹے کا بیاہ کیا ہے یا لونڈی مول لی ہے ۔ لو صاحب ! روزے میں چولھا جھونکنا "

محمد عاقل نے سوچا " اب اگر میں کچھ رد و کد کرتا ہوں پہلے کی طرح رسوائی ہوگی " اپنا سا منہ لے کر رہ گیا اور افطار کے واسطے کچھ بازار سے مول لے آیا ۔ غرض وہ بات ٹل گئی ۔

CH. 2

اب محمد عاقل کو دوسری آفت پیش آئی ، یعنی عید ، بیچارے نے ایک ہفتہ آگے سے مزاج دار بہو صاحب کے جوڑے کی تیاری شروع کی ۔ ہر روز طرح طرح کے کپڑے رنگ برنگ کی چوڑیاں ، ڈیڑھ حاشیے اور سلمے ستارے کی کامدار جوتیاں لاتا تھا ۔ مزاج دار کی خاطر میں کچھ نہیں آتا تھا ۔ یہاں تک کہ عید کا ایک دن باقی رہ گیا ۔ مجبور ہو کر اکبری خانم کی خالہ کے پاس گیا ۔ انھوں نے آواز سُن کر اندر بلا لیا بلائیں لیں ۔ پیار سے بٹھایا ۔ پان بنا کر دیا اور پوچھا کہو ! " اکبری تو اچھی ہے ! "

محمد عاقل نے کہا " صاحب آپ کی بھانجی تو عجب مزاج کی عورت ہے ۔ میرا تو دم ناک میں آگیا ہے ۔ جو ادا ہے سو نرالی ہے اور جو بات ہے سو ٹیڑھی "

خلیا ساس نے کہا: "بیٹا! اس کا کچھ خیال مت کرو۔ ابھی کم عمر ہے، بال بچے ہوں گے، گھر کا بوجھ پڑے گا۔ مزاج خود بخود درست ہو جائے گا اور آخر اچھے لوگ بُروں سے بھی نباہ دیتے ہیں۔" "بیٹا! تم کو خدا نے سب طرح لائق کیا ہے۔ ایسی بات نہ ہو کہ لوگ ہنسیں، آخر تمھاری ناموسی ہے۔"

محمدؐ عاقل نے کہا: "جناب! میں تو خود اسی خیال سے درگزر کرتا رہتا ہوں، اب دیکھئے کل عید ہے۔ اس وقت تک نہ چوڑیاں پہنی ہیں، نہ کپڑے بنائے ہیں۔ ذرا آپ چل کر سمجھا دیجئے۔ میں نے بہت کچھ کہا۔ اماں نے بہت منتیں کیں، نہیں مانتیں۔"

• خلیا ساس نے کہا: "اچھا تمھارے خالو ابا نماز پڑھنے مسجد میں گئے ہیں۔ وہ آلیں تو اُن سے پوچھ کر میں چلتی ہوں۔"

غرض خالہ اماں نے جا کر چوڑیاں پہنائیں کپڑے قطع کئے جلدی کے واسطے سب مل کر سینے بیٹھیں۔

خالہ نے کہا: "بیٹی! پائجامے میں کلیاں تو تم لگا دو۔ گوٹ تمھاری ساس کتریں۔ میں اتنے میں تمھارے دوپٹے میں توئی ٹانکتی ہوں۔"

جب اکبری کلیاں لگا چکی تو اُس نے اِترا کر خالہ سے کہا۔ "لو بی! تم کو ابھی دو پلّے باقی ہیں اور میں دونوں پائنچوں میں کلیاں لگا بھی چکی۔"

خالہ نے دیکھا تو سب کلیاں الٹی۔ اکبری کی ساس کے لحاظ سے مُنھ پر تو کچھ نہ کہا لیکن چپکے چپکے دو چار چٹکیاں ایسی لیں کہ اکبری کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اشارے سے کہا کہ "اے نامراد سوجھو! الٹی کلیاں لگا بیٹھی۔"

اکبری نے اپنا سیا ہوا سب ادھیڑا اور پھر کلیاں لگانی شروع کیں۔ جب لگا چکی، خالہ نے دیکھا تو سب میں جھول۔ اب تو خالہ سے نہ رہا گیا اور اکبری کی ساس کی آنکھ بچا ایک سوئی اکبری کے ہاتھ میں چبھو دی اور کلیاں پھر ادھیڑ کر آپ لگائیں۔

غرض خدا خدا کر کے مزاج دار بہو کا جوڑا سل سلا کر تیار ہوا۔ رات زیادہ گئی تھی۔ اکبری کی خالہ اپنے گھر کو رخصت ہوئیں۔ یہ سب لوگ بھی سو سلا رہے۔

بچے عید کی خوشی میں سویرے سے جاگے۔ کسی نے رات کی مہندی کھولی کسی نے کھلی اور بیسن کیلئے غل مچایا۔ کسی نے اٹھتے کے ساتھ عیدی مانگنی شروع کی۔ محمد عاقل بھی نماز صبح سے فارغ ہو کر حمّام میں غسل کرنے چلا گیا۔ نہا دھو کر چار گھڑی دن چڑھے واپس آیا۔ لڑکوں کو دیکھا کہ کپڑے بدل بدلا کر عید گاہ کے واسطے تیار بیٹھے ہیں لیکن مزاج دار بہو صاحب حسب عادت سو رہی ہیں۔

محمدؐ عاقل نے اپنی چھوٹی بہن محمودہ سے کہا: "محمودہ جاؤ اپنی بھابی

کو جگا دو۔"

پہلے تو محمودہ نے تامل کیا اس واسطے کہ یہ مزاج دار بہو سے بہت ڈرتی تھی۔ جب سے بیاہ ہوا۔ مزاج دار نے ایک دن بھی اپنی چھوٹی نند کے ساتھ محبت سے بات نہیں کی تھی اور نہ کبھی اس کو اپنے پاس آنے اور بیٹھنے دیا تھا۔ لیکن بھائی کے کہنے سے عید کی خوشی میں محمودہ دوڑی چلی گئی اور کہا "بھابی اٹھو"

بھابی نے اٹھتے کے ساتھ محمودہ کے ایک طمانچہ صحیح کیا۔

محمودہ رونے لگی۔ باہر سے بھائی آواز سُن کر دوڑا۔ اُس کو روتا دیکھ گود میں اُٹھا لیا اور پوچھا "کیا ہوا" ؟

محمودہ نے روتے روتے کہا "بھابی جان نے مارا"

مزاج دار نے کہا "دیکھو جھوٹی نامراد آپ تو دوڑتے میں گری اور میرا نام لگاتی ہے"

محمدؐ عاقل کو غصہ تو آیا لیکن مصلحتِ وقت سمجھ کر ضبط کیا۔ محمودہ پیار چمکار کر چُپ کیا اور بی بی سے کہا "خیر اٹھو نہاؤ۔ کپڑے بدلو۔ دن زیادہ چڑھ گیا" میں عیدگاہ جاتا ہوں۔

مزاج دار نے ناک بھوں سکیڑ کر کہا: "میں تو ایسے سویرے نہیں نہاتی۔ ٹھنڈ کا وقت ہے۔ تم اپنے عیدگاہ جاؤ۔ میں نے کیا منع کیا ہے"

محمدؐ عاقل کو ایسے روکھی بات سُن کر بہت رنج ہوا اور مزاج دار

سدا کی ایسی کمبخت تھی کہ ہمیشہ اپنے میاں کو ناخوش رکھتی تھی۔ اتنے میں محمد عاقل کو ماں نے پکارا کہ "بیٹا جاؤ بازار سے دودھ لا دو تو خیر سے عیدگاہ کو سدھارو"

محمدؐ عاقل نے کہا "بہت خوب، پیسے دیجئے میں دودھ لائے دیتا ہوں لیکن اگر میرے واپس آنے تک اُنھوں نے کپڑے نہ بدلے تو سب کپڑے چولھے میں رکھ دوں گا"

محمدؐ عاقل تو دودھ لینے بازار گیا۔ ماں کو معلوم تھا کہ لڑکے کا مزاج بہت برہم ہے اور طبیعت بھی اس کی اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ اوّل تو اُس کو غصہ نہیں آتا اور جو کبھی آجاتا ہے تو عقل اُس کی ٹھکانے نہیں رہتی۔ ایسا نہ ہو سچ مچ نئے کپڑے جلا دے۔ جلدی سے بہو کے پاس گئیں اور کہا "بیٹی! خدا کے لئے برس برس کے دن تو بدشگونی مت کرو۔ اٹھو۔ نہاؤ۔ کپڑے بدلو"

مزاج دار نے کہا "نہیں بی، میں تو اس وقت نہیں نہاتی، ٹھہر کر نہا لوں گی"

بارے ساس نے منّت سماجت کر کے بہو کو نہلا دُھلا کر کنگھی چوٹی کر کپڑے پہنا محمد عاقل کے آنے سے پہلے دُلھن بنا کر بٹھا دیا محمدؐ عاقل یہ دیکھ کر خوش ہوا۔ عیدگاہ چلتے ہوئے محمودہ سے پوچھا کہو، بی! "تمھارے واسطے بازار سے کونسا کھلونا لائیں" ؟

محمودہ نے کہا " اچھی خوبصورت سی رحل لا دینا ۔ اُس پر ہم اپنا سیپارہ رکھیں گے اور قلم دوات رکھنے کے لیے ایک ننھی سی صندوقچی "

مزاج دار خود بخود بولی " اور ہمارے لئے "؟

محمد عاقل نے کہا " جو تم فرمائش کرو ۔ لیتا آؤں "

مزاج دار نے کہا " بھُٹّے اور سنگھاڑے اور جھڑبیری کے بیر اور مٹر کی پھلیاں اور بہت ساری نارنگیاں ۔ ایک ڈفلی ۔ ایک خنجری "

یہ سُنکر محمدؐ عاقل ہنسنے لگا اور کہا " ڈفلی اور خنجری کیا کرو گی"؟

مزاج دار احمق نے جواب دیا " بجائیں گے اور کیا کریں گے"؟

محمد عاقل سمجھا کہ ابھی تک اس بیوقوف میں بے تمیز بچوں کی طرح کھانے اور کھیلنے کے پست خیالات موجود ہیں ۔ کپڑے بدلنے سے جو خوشی محمدؐ عاقل کو ہوئی تھی وہ سب خاک میں مل گئی ۔ اور اُسی افسردہ دلی کی حالت میں عیدگاہ چلا گیا ۔

اس کا جانا اور مزاج دار نے ایک اور نئی بات کی ۔ ساس سے کہا " ہم کو ڈولی منگا دو ہم اپنی ماں کے گھر جائیں گے "

ساس نے کہا " بھلا جانے کا یہ کیا موقع ہے ؟ چار مہینے بعد تو تم ماں کے گھر سے اب آٹھ دن ہوئے کہ آئی ہو ۔ عین عید کے دن جانا بالکل نامناسب ہے "

مزاج دار نے کہا " آج میرا جی بہت گھبراتا ہے ، دل اُلٹا چلا آتا ہے ،

مجھ کو اپنے میکے کی سہیلی ، باسونھیار کی بیٹی بَنّو بہت یاد آتی ہے "

ساس نے کہا " بیٹی ! نوج کسی کو کسی سے ایسا عشق ہو جیسا تم کو بَنّو کا ہے ! اگر ایسا ہی دل چاہتا ہے تو اُسی کو بُلا بھیجو "

مزاج دار نے کہا " واہ بڑی بچاری بُلانے والیں ۔ ایسا ہی بُلانا تھا تو کل اس کو بُلوا کر چوڑیاں پہنوائی ہوتیں "

ساس نے کہا " بھلا بیٹی مجھ کو کیا معلوم تھا کہ یکایک تم کو اُس کی یاد گُدگُدائے گی "

مزاج دار نے کہا " خیر بی ، اس بحث سے کیا فائدہ ؟ ڈولی منگوانی ہے تو منگوا دو ، نہیں تو میں بُوا سلمتی کے ابا سے منگوا بھیجوں

ساس نے کہا " لڑکی کوئی تیری عقل ماری گئی ہے ؟ میاں سے پوچھا نہیں ، گچھا نہیں ، آپ ہی آپ چلیں اور مجھ کو تو اپنا بڑھاپا چونڈا نہیں منڈوانا ہے جو لڑکے کی بے اجازت ڈولی منگوا دوں "

مزاج دار بولی " کیسے میاں اور کیسا پوچھنا ۔ اب کوئی اپنے ماں باپ سے عید بقر عید کو بھی نہ ملا کرے ؟

اتنا کہہ کر مولن کنجڑن سے ڈولی منگوا یہ جا وہ جا ۔

تھوڑی دیر بعد محمدؐ عاقل عیدگاہ سے لوٹا ۔ گھر میں گھستے ہی پکارا ۔ " لو بی ! اپنی خنجری اور ڈفلی لو بجاؤ " دیکھا تو سب چپ ہیں ۔

ماں سے پوچھا " کیا ہوا ۔ خیر تو ہے "؟

محمودہ نے کہا " بھابی جان چلی گئیں۔

محمد عاقل نے حیران ہو کر پوچھا " آئیں! کیونکر گئیں؟ کہاں گئیں؟ کیوں جانے دیا"؟

ماں نے جواب دیا۔ بیٹھے بٹھائے یکایک کہنے لگیں۔ " میں تو اپنی ماں کے یہاں جاؤں گی "۔ میں نے ہر چند منع کیا۔ ایک نہ مانی مولن سے ڈولی منگوا کر چلی گئیں۔ میں روکتی کی روکتی رہ گئی۔

محمد عاقل یہ سُن کر غصّے کے مارے تھرّا اٹھا اور چاہا کہ سسرال جا کر ابھی اُس نابکار عورت کو سزا دے۔ یہ سوچ کر باہر کو چلا۔ ماں سمجھ گئی۔ جاتے کو ماں نے پکارا۔ اُس نے کچھ جواب نہ دیا۔

ماں نے کہا۔ شاباش بیٹا شاباش! میں تم کو پکار رہی ہوں، اور تم سنتے ہو، جواب نہیں دیتے۔ تیرھویں صدی میں ماؤں کا یہی وقر رہ گیا ہے؟

یہ سنتے ہی محمد عاقل الٹے پاؤں پھرا۔

ماں نے کہا، بیٹا! تو یہ بتا " اس دھوپ میں کہاں جاتا ہے؟ ابھی عید گاہ سے آیا ہے۔ اب پھر باہر چلا۔ اماں صدقہ گئی ابھی ماندہ ہو جائے گا "۔

محمد عاقل نے کہا۔ بی! میں کہیں نہیں جاتا۔ مسجد میں حافظ جی سے ملنے جاتا ہوں۔

ماں نے کہا۔ اے لڑکے ہوش میں آ۔ میں نے دھوپ میں اپنا چونڈا نہیں سفید کیا ہے۔ لو صاحب، ہمیں سے باتیں بنانے چلا ہے حافظ جی کے پاس جاتا ہے تو انگرکھا اور دوپٹہ اُتار کر رکھ جا۔ اور شوق سے مسجد میں بیٹھ۔

یہ سُن کر محمد عاقل مسکرانے لگا۔ ماں نے ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا اور اُس کے سر کی طرف دیکھ کر بولی کہ عید گاہ کے آنے جانے میں تمہارے بال تمام گرد آلودہ ہو گئے ہیں۔ ذرا تکیہ پر سر رکھ کر لیٹ جاؤ تو میں صاف کر دوں۔

محمد عاقل ماں کے کہنے سے ذرا لیٹ گیا۔ محمودہ بھائی کو لیٹا دیکھ پنکھا جھلنے لگی۔ کچھ عید گاہ کے آنے جانے کی تکان اُدھر پنکھے کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا اور ماں نے جو دست شفقت سر پر پھیرا تو سب زیادہ اس کی راحت ہوئی۔ غرض محمد عاقل سو گیا۔ جاگا تو دن ڈھل چکا تھا اور وہ غصہ بھی دھیما ہو گیا تھا۔

ماں نے کہا۔ لو، ہاتھ منھ دھو، وضو کر کے ظہر کی نماز پڑھو۔ وقت تنگ ہے، پھر آؤ تو تم کو کام بتائیں۔

CH. 3

نماز پڑھ پڑھا کر محمد عاقل آیا تو ماں نے کہا۔ لو، اب سسرال جاؤ اور تجھے میری ہی جان کی قسم ہے جو تو وہاں کچھ لڑا یا بولا۔

محمد عاقل نے کہا۔ تو مجھ کو مت بھیجو۔